مولانا سمیع الحق

سفرِ حج کی چند یادیں

حضرت مولانا مرحوم کی زیارت اور سفر وحضر میں رفاقت کے تو اللہ تعالیٰ نے کئی مواقع عطا فرمائے، مگر اس فرصت میں اپنے دونوں اسفار حج کے دوران مولانا مرحوم سے وابستہ کچھ یادیں بغیر کسی خاص ربط وترتیب کے سپرد قلم کرتا ہوں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عالم عرب کے اعیان علم وفضل میں آپ کا شہرہ بڑھتا ہی گیا۔ اور آپ بحیثیت ایک عظیم محدث اور نقاد محقق کے تسلیم کئے جانے لگے، اس کا کچھ مظاہرہ میرے سامنے اس وقت ہوا، جب ۱۹۶۴ء میں اپنے سفر حج کے دوران بعض اجلہ علم وفضل سے میری ملاقات ہوئی، عالم عرب کے ایک عظیم داعی اور محقق عالم علامہ شیخ مصطفی السباعی مرحوم بھی اس سال حرمین الشریفین تشریف لائے تھے۔ شیخ مصطفی السباعی شام کے باشندہ تھے۔ ان کا دقیق علمی مجلّہ ''حضارۃ الاسلام'' دنیائے اسلام میں معروف ہے۔

کئی جلیل القدر کتابوں کے مصنف ہیں، منکرین حدیث اور بعض متجددین نے سنت رسول اللہ ﷺ کی حجیت کے خلاف جو ہنگامہ کھڑا کیا، اس کے اصل محرک یورپ کے بعض یہودی مستشرقین تھے۔ ہمارے ہاں بھی غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمن جیسے لوگ ان معاندین اسلام پروفیسروں اور اسکالروں کا حق تلمذ ادا کرنے میں پیش پیش رہے۔ ادھر عالم عرب میں بھی مصر اور بیروت جیسے خطوں میں انہیں ''وفا شعار'' مستغربین ملے، ایسے ہی کچھ لوگوں نے حجیت وتدوین حدیث اور حدیث کے بعض اولین رواۃ اور مدونین کو نشانۂ تحقیق بنایا۔ تو شیخ مصطفی السباعی نے ان لوگوں کے رد میں قلم اٹھایا۔ اور ''السنۃ ومکانتها فی التشریع الاسلامی'' جیسی جامع اور محققانہ کتاب لکھی، یہ کتاب جامعیت، سلاست بیان اور منکرین حدیث کا تعاقب اور پوسٹ مارٹم کرنے میں ایک مثالی کتاب ہے، اور ہمارے ہاں کے اہل علم کے لئے مطالعہ کی چیز ہے، ہمارے شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی جب پاکستان میں اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں سے بے چین ہو گئے تو انہوں نے ایک وقت

میں حاضر ہوئے تو مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی صاحب نے سفر قاہرہ کے حالات سنائے۔ ''معارف السنن'' کی جلد اول کا نسخہ ہماری روانگی کے بعد چھپ گیا تھا اور پہلی بار یہاں مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دیکھا۔

حضرت بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ نے مدینہ منورہ میں اپنی پہلی حاضری اور بے سروسامانی کے باوجود وہاں کے شیخ حمیدی سے ملاقات اور ان کے الطاف وعنایات کا ذکر فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ نے غیب سے کس کس طرح مدد فرمائی، فرمایا کہ: شیخ حمیدی کے ساتھ نہایت آرام وراحت اور آراستہ وپیراستہ سواری میں بیٹھ کر پہلی حاضری مدینہ طیبہ کے دوران تیرہ، چودہ دن تک میں نے مدینہ طیبہ کے آثار مبارکہ کی تفصیلی سیاحت کی، اپنے طویل اسفار کے دوران قدرت کے ایسے ہی غیبی دستگیریوں کو بیان کر کے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ۔اس سفر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت آخر تک نصیب رہی، یہاں تک کہ میدان عرفات میں وقوف کی سعادت ان کے ساتھ نصیب ہوئی، ان سب حضرات کے معلم سید مکی مرزوقی تھے جو ہمارے بھی معلم تھے' میدان عرفات میں ان حضرات اکابر کے علاوہ امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ العالی بھی اسی معلم کے خیموں میں فروکش تھے اور میدان سعادت میں ایسا قران السعداء سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا ہے' اب وہ دن اور وہ منظر خواب سا لگتا ہے:

خزاں رسیدو گلستان بآن جمال نماند
سماع بلبل شوریدہ رفت وحال نماند
نشانۂ لالہ ایں باغ از کہ مے پرسی
ہر کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

اپنی حرماں نصیبی اور تہی دستی جتنی زیادہ تھی' اتنا ہی قدرت نے فیاضی کے ساتھ ایسے مواقع غنیمت سے نوازا، اپنے دوسرے سفر حج کے دوران تو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت ابتداء ہی سے نصیب ہوگئی۔ غالباً ۲۹ مارچ ۱۹۶۹ء کو ہم نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی قیام گاہ کراچی سے احرام باندھا، تلبیہ احرام اور دعاؤں میں شریک ہوئے۔ دس گیارہ بجے دن کو جہاز نے کراچی سے پرواز کی، ابھی جہاز کراچی شہر پر چکر لگا رہا تھا کہ اناؤنسر نے محتاط رہنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ: ہم لوگ چند منٹ میں فنی خرابی کی وجہ سے دوبارہ کراچی ائرپورٹ پر اتریں گے، ایسا بہت کم ہوتا ہے' اس لئے تمام عازمین حج میں جو سب احرام میں تھے' نہایت پریشانی اور سراسیمگی دوڑ گئی، یہ پریشانی رفتہ رفتہ بڑھتی گئی کہ جہاز کراچی کے سمندر پر چکر کاٹتا رہا، چند منٹ تقریباً

آدھ گھنٹہ میں بدل گئے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اتنے بھاری جہاز میں جدہ تک چلنے کے لئے جتنا ایندھن ڈالا گیا ہے اتنے وزن کے ساتھ جہاز کا اترنا مشکل ہے اور اب جہاز اپنا وزن کم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہرحال حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر مکمل اطمینان اور سکون چھایا ہوا تھا۔ مجھے بھی تسلی دیتے رہے اور کہا کہ: گھبرائیں نہیں، سورۃ قریش کا ورد کرتے رہیں، سکون خاطر ہوگا۔

بہرحال جہاز اللہ کے فضل سے بخیریت واپس اتر گیا، ہم لوگ اب پی، آئی، اے کے مہمان تھے' جس کی انتظامیہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہم تمام حجاج کو جو کہ ایک سو بہتر ۱۷۲ کے لگ بھگ تھے' ائرپورٹ کے قریب جدید طرز کے ہوٹل مڈوے ہاؤس لے گئی۔ دوپہر کے کھانے کے انتظام میں ابھی وقت لگ رہا تھا، مڈوے ہاؤس کا وہ خوبصورت ہال جو اس سے قبل رقص وسرور کی ظلمتوں میں ڈوبا ہوتا تھا' اس ہال کے ڈائس پر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے اور لاؤڈ اسپیکر سے مناسک حج اور اس راہ کی نزاکتوں اور ذمہ داریوں پر خطاب شروع فرمایا، یہ ہال اب لبیک اللھم لبیک کی پرکیف صداؤں سے گونجنے لگا۔ شام کو دوسرے جہاز پر ہم لوگ روانہ کردیئے گئے' سفر کے دوران بھی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاز کے مائک پر کچھ دیر کے لئے خطاب فرمایا۔

رات کو کسی وقت جدہ پہنچنے کے بعد حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موٹر ٹیکسی لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ اور غالباً دو تین بجے رات ہم حضرت بنوری قدس اللہ سرہ' کے ساتھ طواف، وسعی سے فارغ ہوئے۔ اس سفر کا ایک عجیب وغریب واقعہ مجھے نہیں بھولتا جو مولانا بنوری قدس سرہ' کا حضرت حق جل مجدہ سے خاص تعلق کا مظہر ہے اور ناز کا ایک ایسا انداز ہے جس کا مظاہرہ محبت وعشق کے تمام مراحل طے کر کے مقام محبوبیت پر فائز ہونے والے خوش قسمت بندے ہی کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کے لئے حرین الشریفین کا راستہ غیب سے کھول دیا تھا۔ عموماً آپ ہر سال حج اور رمضان شریف میں عمرہ اور مسجد نبوی کے اعتکاف کی سعادت حاصل کرتے، آخر وقت تک کوئی پروگرام متعین نہ ہوتا' مگر میعاد وصال قریب ہوتے ہی آپ آتشیں جذبۂ شوقِ وصل ایسا بھڑک اٹھتا کہ حالات اجازت نہ بھی دیتے' مگر آپ سب کام چھوڑ چھاڑ کر آستانۂ یار پر جبین نیاز خم کرنے پہنچ جاتے۔

آخری سالوں میں ضعف ونقاہت بڑھ گئی تھی اور گھٹنوں میں شدید درد کی وجہ سے چلنا پھرنا اور کسی اونچے مکان یا زینے پر چڑھنا بہت مشکل ہوتا، ادھر موسم حج میں ہر سال حجاج کے اژدحام میں بے حد اضافہ ہوتا رہا، اسی سفر میں نماز عصر سے قبل میں نے حرم کے قریب مولانا کے مستقر پر حاضری دی۔ آپ خوقیر کے مکان پر ٹھہرے تھے' وہاں سے نماز عصر کے لئے چل پڑے، مولانا بڑی مشکل سے اژدحام میں راستہ نکالتے ہوئے چلتے

رہے، حرم شریف پہنچے تو جماعت تیار تھی اور ہمیں حرم سے باہر سڑکوں پر صفوں میں جگہ ملی۔ نماز کے بعد گھٹنوں کے درد سے نڈھال ہانپتے کانپتے حرم شریف میں داخل ہوئے۔ گھٹنوں اور جوڑوں کے درد، حجاج کی دھکم پیل، اونچے نیچے ڈھلوانوں پر چڑھنا، اترنا، مولانا کے لئے اب موسم حج کی یہ تکالیف ناقابل برداشت ہیں' یہ حالات تھے کہ ہم اندر حرم شریف میں داخل ہوئے، مولانا پر عجیب حالتِ جذب طاری ہوگئی، اور شانِ دلربائی سے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر مجھے کہا کہ: آپ بھی آمین کہیں' فرمایا:

''یا اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے تیرے اس گھر سے کیسا تعلق ہے؟ مگر اب میں بالکل عاجز اور بے بس ہوگیا ہوں، میری حالت آپ دیکھ رہے ہیں، اب حج پر آنا میرے بس کی بات نہیں، آئندہ مجھے حج پر نہ لائیے' دوسرے موقعوں پر حاضری دیا کروں گا۔''

وہاں سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ: تم نے آمین کہی تھی؟ میں نے کہا: آپ کی دعا ہرگز قبول نہ ہوگی' آپ کو کھینچ کر یہاں لایا جائے گا۔

''ہم اربابِ اقتدار سے خدا اور رسول کا واسطہ دے کر (جن کے نام پر ہمیں یہ ملک اور حکومت ملی) گزارش کرتے ہیں کہ وہ اخلاص و سچائی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی دین اور سچے اسلام کی حفاظت کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم ملحدین کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔ خدانخواستہ اگر محمد ﷺ والے اسلام کو یہاں ختم کر دیا گیا تو پاکستان کو نہ مسٹر پرویز کا طلوع اسلام بچا سکتا ہے نہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا اسلام نہ کوئی ظلی بروزی نبوت۔''

(بصائر و عبر، شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ)